المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری

مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین

امام ابو عبد اللہ حاکمؒ (۳۲۱ھ – ۴۰۵ھ) کا نام علمی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ حافظ ذہبی نے اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے "الحاکم الحافظ الکبیر امام المحدثین"۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں ان کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔

اتفق علی امامتہ وجلالتہ وعظمۃ قدرہ	ان کی امامت وجلالت وعظمت شان پر اتفاق کیا گیا ہے۔

حافظ عبد الغافر بن اسماعیل کا بیان ہے۔

ابو عبد اللہ الحاکم ھو امام اھل الحدیث	ابو عبد اللہ حاکم اپنے زمانے میں محدثین کے امام تھے
فی عصرہ العارف بہ حق معرفتہ۔	اور حدیث کے عالم جیسا کہ اسکی معرفت کا حق ہے۔

ان کی تصانیف کے متعلق فرماتے ہیں۔

ومن تامل کلامہ فی تصانیفہ و	جو شخص بھی ان کی تصنیفات میں ان کے بیان پر غور
تصرفہ فی امالیہ اذعن بفضلہ	کریگا اور امالی میں ان کے تصرف کو دیکھیگا وہ ان کی
واعترف لہ بالمزیۃ علی من	بزرگی کا یقین کریگا اور متقدمین پر ان کی فضیلت کا
تقدمہ واتعابہ من بعدہ	معترف ہوگا۔ اور یہ مان جائیگا کہ انھوں نے متاخرین
وتعجیزہ اللاحقین عن بلوغ شاوہ	اور بعد کے لوگوں کو اپنی حد تک پہنچنے سے عاجز و درماندہ
عاش حمیدا ولم یخلف فی وقتہ	کردیا۔ ان کی زندگی سرتاسر تعریف کے قابل گزری اور

مثلہ۔ ۵ اپنے زمانے میں انھوں نے اپنا جیسا کسی کو نہ چھوڑا۔

ان کی تصانیف میں سے مستدرک علی الصحیحین عرصہ ہوا طبع ہوچکی۔ اصول حدیث پر ان کی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث بھی شائع ہوئی۔ اسی موضوع پر ان کی دوسری تصنیف المدخل فی اصول الحدیث بھی حلب سے چھپ کر آئی۔ طباعت کی ان خوبیوں کو لئے ہوئے جن پر مصر و بیروت کے بہترین مطابع رشک کریں ضروری تحشی کے ساتھ صحت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ تاہم اسماء رجال میں بعض جگہ تحریف ہوگئی ہے۔

ذیل کے مقالہ میں المدخل کے مباحث پر ہم نے ایک تحقیقی نظر ڈالی ہے جو حدیث۔ اصولِ حدیث رجال و تاریخ کی سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ اس میں حاکم کے بیانات سے بہت سی جگہ اختلاف کیا گیا ہے۔ لیکن جو دعویٰ کیا ہے اس کی دلیل بھی مستند کتابوں سے نقل کردی ہے۔ اور اس میں کافی سعی کی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے پوری تحقیق سے لکھا جائے۔

مدخل کی اہمیت کہنے کو تو یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے مگر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اربابِ رجال نے جہاں حاکم کی اور بڑی بڑی تصانیف مثلاً مستدرک علی الصحیحین۔ تاریخ نیساپور وغیرہ کا ذکر کیا ہے وہاں المدخل کا ذکر بھی ضروری خیال کیا۔ حالانکہ وہ کسی مصنف کے ترجمہ میں اس کی تمام تصنیفات کا ذکر ضروری نہیں سمجھتے بلکہ اکثر صرف ان تصنیفات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جو کسی خصوصیت اور اہمیت کی حامل ہوں۔ چنانچہ حاکم ہی کی دوسری متعدد تصانیف کا ذکر رجال کی بیشتر کتابوں میں نظر انداز کردیا گیا۔ اس سے ان کے قلوب میں اس رسالہ کی عظمت و وقعت کا پتہ چلتا ہے۔ بعد میں اصولِ حدیث کی کتابوں میں اس رسالہ کے مباحث کے متعلق رداً و قبولاً بڑے بڑے مباحث پیدا ہوگئے اور اصولِ حدیث کی کوئی قابلِ ذکر کتاب ایسی نہیں جس میں اس کتاب کے مسائل سے اعتنا نہ کیا گیا ہو۔

المدخل کوئی علیحدہ مستقل تصنیف نہیں بلکہ درحقیقت یہ حاکم کی مشہور تصنیف الاکلیل فی الحدیث کا

---

۵ حافظ عبدالغافر کے یہ دونوں اقوال تذکرۃ الحفاظ ص۲۳۱ و ص۲۱ ج ۳ میں مذکور ہیں۔

مقدمہ ہے جو اس کتاب کی تصنیف کے بعد لکھا گیا۔ اکلیل حاکم کی ایک بڑی مبسوط اور جامع کتاب ہے جو ہر قسم کی روایات سے مالامال ہے۔ اس کی تصنیف کے اختتام پر امیر مظفر نے حاکم سے درخواست کی تھی کہ اکلیل کی احادیثِ مرویہ کے متعلق اگر یہ اشارہ کردیا جائے کہ اس میں کونسی صحیح اور کونسی ضعیف ہیں تو زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ حاکم نے بطور مقدمہ کے کچھ مسائل علیحدہ رسالہ کی شکل میں قلمبند کردیئے اور اس رسالہ کا نام المدخل الی معرفۃ الصحیح والسقیم من الاخبار رکھا۔

المدخل میں حاکم نے حدیث صحیح کے متعلق بحث کی ہے اور اس کی دس قسمیں قرار دی ہیں ۵ متفق علیہ اور ۵ مختلف فیہ پھر جرح پر گفتگو کی ہے اور مجروحین کے بھی ۱۰ طبقات قائم کئے ہیں اور ان دونوں مباحث پر ایسی مفصل روشنی ڈالی ہے جس سے اصولِ حدیث کی عام مطبوعہ کتابیں یکسر خالی ہیں۔ رسالہ کے اخیر میں اکلیل کی کی احادیث مرویہ کے متعلق ان امور کا ذکر کیا ہے جن سے ہر حدیث کے متعلق معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف اور صحیح ہے تو کس درجہ کی۔

واضح رہے کہ المدخل نام کی حاکم کی دو کتابیں ہیں ایک یہی زیر بحث رسالہ دوسری تصنیف کا نام ہے المدخل الی معرفۃ الصحیحین علامہ محمد راغب طباخ نے لکھا ہے کہ اس کا ایک قلمی نسخہ حلب کے تکیہ اخلاصیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ۵۵ ورق کا ہے مگر اخیر سے کچھ قبل کے دو تین اوراق ضائع ہوگئے ہیں کتاب کی ابتدا میں حفظِ سنت کے بارے میں جو آثار مروی ہیں اور جھوٹی حدیث بنانے کے متعلق جو وعید آئی ہے اس کا بیان ہے پھر ان لوگوں کے نام بتلائے ہیں جنکا صحیحین یا صرف صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں ذکر ہے پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن سے بخاری نے روایتیں کی ہیں اور ان سے ملکر حدیثیں سنی ہیں۔ غرض یہ کتاب اسی قسم کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس کے اکثر و بیشتر مباحث الجمع بین رجال الصحیحین مصنفہ حافظ محمد بن طاہر مقدسی میں موجود ہیں۔ کتاب مذکور حاکم کی کتاب سے زیادہ مبسوط اور وسیع معلومات پر مشتمل ہے۔ اور ۱۳۲۳ھ ہجری میں دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔

حاکم کا تساہل اور تعصب حاکم کی تصانیف کے مطالعہ کے وقت دو باتیں پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔ اولاً ان کا نقد و نظر میں تساہل۔ ثانیاً تعصب۔ ان کا تساہل تو ایک متعارف چیز ہے مگر تعصب پر ممکن ہے ظاہر بینوں کو یقین نہ آئے لیکن یہ صرف ہمارا بیان نہیں بلکہ ائمۂ فن کی تصریح ہے۔ حافظ عبد الرحمن بن جوزی نے بسندِ صحیح حافظ اسمٰعیل بن ابی الفضل قومسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

انبأنا ابو زرعۃ طاہر بن محمد بن طاہر المقدسی عن ابیہ قال سمعت اسماعیل بن ابی الفضل القومسی وکان من اہل المعرفۃ بالحدیث یقول۔

ثلاثۃ من الحفاظ لا احبہم لشدۃ تعصبہم	حدیث کے تین حافظ ہیں جن کو میں اسلئے نہیں پسند کرتا کہ
وقلۃ انصافہم الحاکم ابو عبد اللہ وابو نعیم	ان میں سخت تعصب اور انصاف کی کمی ہے ایک حاکم
الاصبہانی وابو بکر الخطیب [1]	ابو عبد اللہ دوسرے ابو نعیم اصفہانی اور تیسرے ابو بکر خطیب

حافظ ابن الجوزی اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وصدق اسمٰعیل وکان من اہل المعرفۃ" حافظ اسمٰعیل کو ان بزرگوں کی وسعتِ علم علوِ منزلت اور حفظِ حدیث سے انکار نہیں لیکن ان کی ذاتی کمزوری کی بنا پر ان سے محبت کا اظہار مناسب نہیں خیال کرتے۔ ممکن ہے کہ خوش اعتقادوں کو اس پر استعجاب ہو مگر درحقیقت یہ انسان کی وہ پوشیدہ کمزوری ہے جس پر بڑے بڑوں کا قابو پا لینا آسان کام نہیں وان ذلک من عزم الامور۔

المدخل میں بھی ائمہ احناف کا جس طریقہ پر ذکر کیا ہے اس سے حافظ اسمٰعیل کے بیان کی توثیق ہو جاتی ہے ضعفاء سے روایت کے باب میں جہاں ائمہ کا نام لیا ہے امام مالکؒ کا ذکر اس عظمت شان کے ساتھ کیا ہے "وھذا مالک بن انس امام اہل الحجاز بلا مدافعۃ" اسی طرح امام شافعیؒ کا نام لینے کے بعد لکھتے ہیں "وھو الامام لاہل الحجاز بعد مالک" لیکن امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کے صرف نام بتانے پر اکتفا کی ہے چنانچہ

[1] معجم الادباء صـ۲۶ ج ۴ طبع مصر

تحریر ہے " وھذا ابو حنیفۃ " " ثم بعدہ ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی ومحمد بن الحسن الشیبانی "۔ اور ابو عصمہ نوح بن ابی مریم مروزی پر جو امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں اور فقہا میں خاص امتیاز رکھتے ہیں وضع حدیث کا الزام لگایا ہے اور ایک مجہول شخص کے بیان سے استدلال کیا ہے۔

المدخل کی ابتدار | ابتدار کتاب میں فضائل علم حدیث کے متعلق علمار کے اقوال درج کئے ہیں پھر مطر وراق امام زہری امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے اقوال نقل کرنے کے بعد امام سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

اکثروا من الاحادیث فانھا سلاح — یعنی حدیثیں کثرت سے معلوم کرو کیونکہ وہ ہتھیار ہیں۔

پھر امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ

من فقہ الرجل بصرہ بالحدیث — حدیث میں بصیرت انسان کی فقاہت کی دلیل ہے۔

سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ جو شخص حدیث طلب کرے گا اس کے چہرہ پر شادابی نمودار رہے گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فیض بنیاد ہے۔

نضر اللہ امرأ اسمع منا حدیثا فبلغہ۔ — اللہ اس شخص کو سرسبز رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اس کی تبلیغ کی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

" یہ مسانید جو اسلام میں تصنیف ہوئیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات ہیں۔ ان کا سلسلہ سند معتبر اور مجروح ہر قسم کے رواۃ پر مشتمل ہے جیسے مسند عبید اللہ بن موسیٰ اور مسند ابی داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی، یہ دونوں پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں تراجم رجال پر مسند تصنیف کیں ان دونوں کے بعد احمد بن حنبل اسحق بن ابراہیم حنظلی، ابو خیثمہ زہیر بن حرب، اور عبید اللہ بن عمر القواریری نے مسانید لکھیں پھر تو کثرت سے تراجم رجال پر مسانید کی تخریج ہوئی ان سب کے جمع کرنے میں صحیح و سقیم کے امتیاز کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا "

مسانید کے متعلق حاکم نے جو رائے ظاہر کی صحیح ہے تاہم مسند احمد اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔ علامہ امیر یمانی توضیح الافکار میں لکھتے ہیں۔

حکی النجم الطوفی عن العلامۃ تقی الدین بن تیمیۃ انہ قال اعتبرت مسند احمد فوجدتہ موافقا لشرط ابی داؤد۔ ۱؎

نجم طوفی نے علامہ تقی الدین بن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے مسند احمد کو جانچا تو اس کو ابوداؤد کی شرط کے موافق پایا۔

یہ صرف علامہ ابن تیمیہ ہی کی رائے نہیں بلکہ علامہ مغلطائی اور حافظ ابوموسیٰ بن مدینی نے بھی مسند احمد پر صحت کا اطلاق کیا ہے۔ اسی طرح حافظ ابوزرعہ رازی نے تصریح کی ہے کہ امام اسحٰق بن راہویہ بھی اپنی مسند میں جس صحابی سے روایت کرتے ہیں اس کی جملہ مرویات میں سے سب سے اچھی روایت نقل کرتے ہیں۔ ۲؎

مسانید کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں ان کے بعد مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری ان دونوں نے صحیح کو تراجم کے بجائے ابواب پر تصنیف کیا"

تراجم وابواب کا فرق "ابواب وتراجم کا فرق یہ ہے کہ تراجم کی صورت میں یہ شرط ہے کہ مصنف یوں عنوان قائم کرے

ذکر ما ورد عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں ان کا بیان

پھر دوسرا عنوان یہ ہوگا۔

ذکر ما روی قیس بن ابی حازم عن ابی بکر الصدیق۔

یعنی قیس بن ابی حازم نے حضرت ابوبکر صدیق سے جو روایتیں کی ہیں ان کا ذکر۔

اس صورت میں مصنف کے لئے لازمی ہے کہ قیس کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جتنی

۱؎ توضیح الافکار ص۱۲۵ اس کا ایک قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ ۲؎ التقیید والایضاح للعراقی طبع حلب ص۴۲

روایتیں مل جائیں سب کی تخریج کرے قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہیں یا سقیم۔

لیکن مصنف ابواب اس طرح عنوان قائم کرتا ہے۔

ذکر ماصح وثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ابواب الطہارۃ اوالصلوۃ او غیر ذلک من العبادات۔	یعنی طہارت یا نماز یا دیگر عبادات کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح و ثابت ہے اس کا ذکر۔"

ابواب وتراجم کا جو فرق حاکم نے بیان کیا ہے وہ نہایت قابل توجہ اور اہم ہے۔ ان کے بیان میں اس امر کی صاف طور پر صراحت موجود ہے کہ اہل تراجم یعنی مصنفین مسانید و معاجم کا مقصد صرف روایات کا جمع و استقصا ہے۔ ایک صحابی اور ایک راوی کے ذریعہ جتنی روایتیں ان کو مل جائیں گی وہ ان سب کو یکجا روایت کر دیں گے اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ وہ تمام روایتیں صحیح طریقوں ہی سے ثابت ہوں اس لئے صرف صحیح روایتوں کا جمع کرنا ان کے موضوع سے خارج اور ان کی شرط تصنیف کے منافی ہے۔ لہذا ان کی تصانیف صحیح و ضعیف ہر قسم کی روایتوں سے مالامال ہونگی۔ درحقیقت کتب مسانید طرق واسانید کا بیش بہا دفتر ہیں۔ ان سے محدث کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو حدیث کے درجہ قوت وضعف پر پوری طرح اطلاع ہو جاتی ہے اور یہ معلوم کرنے میں آسانی رہتی ہے کہ وہ صحت کے کس معیار پر ہے اور اس کی سند کے کتنے طریقے ضعیف اور کتنے صحیح ہیں۔ اگر ضعف ہے تو کیا اس قسم کا ہے کہ چند طریقوں کے ملا لینے سے جاتا رہتا ہے اور حدیث کو قابل استناد بنا دیتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث چار طریقوں سے مروی ہے اور ہر طریقے میں ایک ایسا راوی موجود ہے جس پر حافظہ کی کمی کا الزام ہے اسلئے کیا یہ ممکن ہے کہ چاروں کے بیان کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ ان میں سے ہر ایک میں جو علیحدہ علیحدہ حافظہ کی کمی تھی وہ ان سب کے متفقہ بیان سے پوری ہو گئی اور اسی طرح اگر وہ حدیث صحیح ہے تو کیا تعدد طُرق کی بنا پر اسے شہرت کا درجہ حاصل ہے، یا محض صرف عزیز کہا جا سکتا ہے یا وہ غرائب و افراد میں سے ہے۔

لیکن جن لوگوں نے اپنی تصنیفات کی ترتیب تراجم کی بجائے ابواب پر کی ہے یعنی اہل جوامع وسنن ان کی شرطِ تصنیف میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ صرف معمول بہ اور قابل استناد احادیث کا اندراج کریں اور ایسی کوئی روایت اپنی کتاب میں نہ لائیں جو عمل کے قابل نہ ہو اس لئے یہ مصنفین اپنی تصانیف میں صرف وہ احادیث نقل کرتے ہیں جو ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح وثابت ہوں۔ گو یہ ممکن ہے کہ کسی حدیث کے صحیح سمجھنے میں ان سے چوک ہوئی ہو یا اور علما ان کی اس رائے سے متفق نہ ہوں۔ حاکم کے زمانہ تک مصنفین ابواب کے پیشِ نظر یہی چیز تھی اسلئے جب وہ اپنی تصانیف میں کوئی ایسی روایت داخل کرتے ہیں جو ان کی شرط پر پوری نہیں اترتی تو اس کے ضعف کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر کے اس ذمہ داری سے بری ہو جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ سلف کی اصطلاح میں ہر قابلِ عمل حدیث صحیح کہلاتی تھی البتہ صحت کے اعتبار سے اس کے مختلف درجہ ہوتے تھے، بعد میں متاخرین نے حدیث مقبول کی چار قسمیں قرار دیں اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام مقرر کئے۔ (۱) صحیح لذاتہ۔ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔ متقدمین کی اصطلاح میں حسن بھی صحیح ہی میں داخل تھی۔ حافظ ذہبی نے سیر النبلاء میں امام ابوداؤد کے ذکر میں اس چیز کی تصریح کی ہے چنانچہ رقمطراز ہیں۔

حد الحسن باصطلاحنا المولد الذی ھو	ہماری جدید اصطلاح میں جو حسن کی تعریف
فی عرف السلف یعود الی قسم من اقسام	ہے وہ متقدمین کے عرف میں صحیح کی ایک قسم
الصحیح فانہ الذی یجب العمل بہ	ہے کیونکہ وہ سب علماء کے نزدیک واجب
عند جمہور العلماء ؎	العمل ہے۔

مصنفین ابواب کی جو شرط حاکم نے بیان کی ہے وہ اسی اصطلاح پر مبنی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بڑے

؎ تنقیح الانظار لمحمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی ص۸۵ اس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔

بڑے ائمہ حدیث نے کتب سنن پر صحت کا اطلاق کیا ہے حالانکہ ان میں احادیث حسان کثرت سے موجود ہیں چنانچہ ابوعلی نیشاپوری۔ ابواحمد بن عدی۔ دارقطنی۔ عبدالغنی بن سعید۔ حاکم۔ خطیب اور سلفی نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ ابن مندہ اور ابوعلی بن سکن کا بیان ہے کہ چار اشخاص نے صحیح کی تخریج کی ہے بخاری مسلم۔ ابوداؤد اور نسائی۔ اسی طرح حاکم خطیب اور سلفی نے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کو صحیح کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔[1]

کیا صحیح حدیثوں کو سب سے پہلے بخاری نے جمع کیا؟

حاکم کا بیان ہے کہ "سب سے پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں" ابن صلاح وغیرہ نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے[2] لیکن یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ حافظ سیوطی تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں۔

وقال الحافظ مغلطائی اول من صنف الصحیح مالک وقال الحافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرهما قلت ما فیہ من المراسیل فانها مع کونها حجۃ عندہ بلاشرط وعند من وافقہ من الائمۃ علی الاحتجاج بالمرسل فهی ایضاً حجۃ عندنا لان المرسل عندنا حجۃ اذا اعتضد وما من مرسل فی الموطا	اور حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ مالک ہیں۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ مالک کی کتاب خود ان کے اور نیز ان کے ان مقلدین کے نزدیک جنکا خیال مرسل و منقطع سے احتجاج کا مقتضی ہے صحیح ہے (سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں موطا میں جو مراسیل ہیں وہ قطع نظر اس کے کہ وہ بلا کسی شرط کے مالک اور ان ائمہ کے نزدیک جو مرسل سے استناد کے قائل ہیں حجت ہیں ہمارے نزدیک بھی صحیح ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک جب مرسل کا کوئی موید ہو تو وہ حجت ہوتی ہے اور موطا میں کوئی مرسل ایسی موجود نہیں جس کے ایک یا ایک سے زائد موید موجود

[1] توضیح الافکار للامیر ص۱۴۲۔ [2] مقدمہ ابن صلاح طبع حلب ص۱۳

الا وله عاضد او عواضد كما سأبين ذلك في هذا الشرح فالصواب الطلاق ان الموطأ صحيح لا استثنى منه شي ۔ [1]

نہ ہوں۔ چنانچہ میں اپنی اس شرح میں اس کو بیان کرونگا۔ تو حق یہی ہے کہ موطا پر صحیح کا اطلاق کیا جائے اور اس سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہ قرار دیا جائے۔

علامہ سیوطیؒ نے حافظ مغلطائی کے جس بیان کا حوالہ دیا ہے وہ خود ان کی زبان سے سننا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ محمد امیر یمانی توضیح الافکار شرح تنقیح الانظار میں جو اصول حدیث کی ایک بیش بہا کتاب ہے رقمطراز ہیں۔

اول من صنف في جمع الصحيح البخاري هذا كلام ابن الصلاح قال الحافظ ابن حجر انه اعترض عليه الشيخ مغلطائي فيما قرأه بخطه فان مالكا اول من صنف الصحيح وتلاه احمد بن حنبل وتلاه الدارمي قال وليس لقائل ان يقول لعله اراد الصحيح المجرد فلا يرد كتاب مالك لان فيه البلاغ والموقوف والمنقطع والفقه وغيرها لوجود ذلك في كتاب البخاري انتهى۔ [2]

پہلے جس نے جمع صحیح میں تصنیف کی وہ بخاری ہیں، یہ ابن صلاح کا بیان ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر شیخ مغلطائی نے اعتراض کیا ہے چنانچہ انھوں نے خود ان کی تحریر میں پڑھا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ مالک ہیں اور ان کے بعد احمد بن حنبل اور پھر دارمی اور کسی کو یہ اعتراض کا حق نہیں کہ غالباً ابن صلاح کی مراد صحیح سے صحیح مجرد ہے لہٰذا مالک کی کتاب اس سلسلہ میں پیش نہیں کیجا سکتی کیونکہ اس میں بلاغ، موقوف، منقطع اور فقہ بھی موجود ہے۔ اسلئے کہ یہ سب چیزیں بخاری کی کتاب میں بھی پائی جاتی ہیں۔

---

[1] تنویر الحوالک ج۱ ص۲ طبع مصر ۱۳۴۳ھ ۔ [2] توضیح الافکار ص۲۱ ۔

بلاشبہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالکؒ کو حاصل ہے۔ مگر ہم کو اس سے بھی پہلے کی ایک تصنیف معلوم ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہی اسلام میں پہلی کتاب ہے جو ابواب پر مرتب و مدون ہوئی۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی مشہور تصنیف کتاب الآثار ہے۔ موطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے۔ یہ کچھ ہماری ہی رائے نہیں بلکہ اگلے علما بھی اس کی تصریح کر چکے ہیں۔ حافظ سیوطیؒ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔

من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ اول من دون علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفۃ احد۔ [1]	امام ابوحنیفہؒ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ متفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اسکی ابواب پر ترتیب کی پھر امام مالکؒ بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف سے امام مالکؒ کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں صراحت سے مذکور ہے حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی مناقب ابی حنیفہ میں بسند متصل روایت کرتے ہیں۔

حدثنی یوسف بن احمد المکی ثنا محمد بن حازم الفقیہ ثنا محمد بن علی الصائغ بمکۃ ثنا ابراھیم بن محمد عن الشافعی عن عبد العزیز الدراوردی قال کان مالک بن انس ینظر فی کتب	امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کا بیان ہے کہ امام مالکؒ بن انس امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور ان سے نفع اندوز

---

[1] تبییض الصحیفہ طبع دہلی ص ۱۲

ابی حنیفة وینتفع بہا۔ [1]	ہوتے تھے۔

کتاب الآثار میں جو احادیث مروی ہیں وہ موطا کی روایات سے قوت و صحت میں کسی طرح کم نہیں۔ ہم نے اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور پرکھا ہے اسی لئے ہم پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع روایت موجود نہیں اور نہ کوئی ایسی روایت پائی جاتی ہے کہ جو سرے سے احتجاج کے قابل نہ ہو۔ اور جس طرح موطا کے مراسیل کے موید موجود ہیں۔ اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے۔ لہذا بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ کتاب الآثار باصطلاح سلف بلا استثنار پوری کی پوری صحیح ہے۔ اور کیوں نہ ہو امام ابو حنیفہؒ کی نظرِ انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے چن کر ان کو روایت کیا ہے۔ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی تحریر فرماتے ہیں۔

وانتخب ابو حنیفة رحمہ اللہ الآثار من اربعین الف حدیث [2]	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔

امام صاحب کی اس احتیاط کا بڑے بڑے محدثین نے اقرار کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی بسند متصل وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں نقل کرتے ہیں۔

اخبرنا القاسم بن عباد سمعت یوسف الصفار یقول سمعت وکیعا یقول لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ۔ [3]	کہ جیسی احتیاط امام ابو حنیفہ رح سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

اسی طرح علی بن الجعد الجوہری سے جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاریؒ اور ابو داؤدؒ کے استاد ہیں روایت کی ہے۔

قال القاسم بن عباد فی حدیثہ قال علی بن الجعد	امام ابو حنیفہؒ جب حدیث بیان کرتے

---

[1] تعلیقات الانتقاء للکوثری طبع مصر ص۱۲ [2] مناقب موفق طبع دائرۃ المعارف ص ۹۵/ ج ۱ [3] مناقب موفق ص ۱۹۷/ ج ۱

ابو حنیفۃ اذا جاء بالحدیث جاء بہ مثل الدر[۱] ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

ہم انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر کتاب الآثار کی خصوصیات اس کی اہمیت اور اس کے متون و رجال کے متعلق ناظرین کی خدمت میں اپنی معلومات پیش کریں گے۔

تعجب ہے کہ ہندوستان کے مایہ ناز مورخ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النعمان جیسی بیش بہا کتاب لکھ ڈالی مگر امام صاحب کی تصنیفات پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحبؒ کی کوئی تصنیف موجود نہیں"[۲]

کتاب الآثار کا انتساب ان کے نزدیک امام محمدؒ کی طرف زیادہ موزوں ہے۔[۳] امام ابوحنیفہ رح کی دوسری تصانیف کے متعلق تو بحث کا یہ موقع نہیں مگر کتاب الآثار کے متعلق ہم اتنا عرض کرنا مناسب خیال کرتے ہیں کہ وہ بغیر کسی ادنیٰ شائبہ کے امام صاحبؒ کی تصنیف ہے اور وہ یہی کتاب الآثار ہے جس کے راوی امام محمدؒ ہیں۔ جس طرح موطا کے متعدد نسخے ہیں اور ان میں سے دو زیادہ متداول ہیں ایک یحیی بن یحیی لیثی مصمودی کا جو صرف امام مالکؒ کی مرویات اور ان کے اجتہادات پر مشتمل ہے۔ دوسرا امام محمد کا جس میں امام مالکؒ کی مرویات کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک اور امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو بھی درج کیا ہے نیز بہت سے آثار اور حدیثیں دیگر شیوخ سے بھی روایت کی ہیں اور اسی بنا پر وہ موطا امام محمدؒ کے نام سے مشہور ہے۔ حالانکہ موطا امام مالکؒ کی تصنیف ہے۔ بالکل اسی طرح کتاب الآثار کے بھی متعدد نسخے ہیں۔ ایک نسخہ امام زفر سے مروی ہے اس کا ذکر سمعانی نے کتاب الانساب میں حصینی نسبت میں کیا ہے۔ دوسرا نسخہ امام ابویوسف کا ہے ۵ سال ہوئے جب مولانا ابوالوفا افغانی کی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے مصر میں چھپوا کر اسے شائع کیا۔ اس نسخہ میں صرف حدیثیں مروی ہیں۔ تیسرا نسخہ امام محمد کا ہے جو نہایت مشہور و متداول ہے اور متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ امام محمدؒ نے موطا کی طرح کتاب الآثار میں بھی امام ابوحنیفہؒ سے

---

[۱] جامع مسانید الامام الاعظم للخوارزمی طبع دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۳۰ [۲] سیرۃ النعمان طبع اعظم گڈھ ص ۱۰۱ [۳] سیرۃ النعمان ص ۱۰۵

روایت ذکر کرنے کے بعد اس روایت کے متعلق اپنے اور امام صاحبؒ کے مسلک کو بیان کیا ہے اور کہیں کہیں دیگر شیوخ سے بھی روایتیں کی ہیں۔ اسی بنا پر موطا کی طرح اس کا بھی انتساب امام محمدؒ کے نام کے ساتھ مشہور ہو گیا جس کو غلطی سے مولانا شبلی اور بعض دوسرے لوگوں نے امام محمدؒ کی تصنیف سمجھ لیا حالانکہ حقیقت میں کتاب الآثار کو امام ابوحنیفہؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف قرار دینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے موطا کو امام مالکؒ کی بجائے امام محمدؒ یا امام یحییٰ کی تصنیف قرار دی جائے اور اس پر اصرار کیا جائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب ضعفاء سے روایت پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ حاکمؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے فرماتے ہیں۔

• ممکن ہے کہ کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ آخر اس روایت کی تخریج سے جس کی سند صحیح نہیں، رواۃ عادل نہیں فائدہ کیا اس کے متعدد جواب ہو سکتے ہیں۔

(۱) جرح وتعدیل میں اختلاف کی گنجایش ہے ممکن ہے کہ ایک امام ایک راوی کو عادل سمجھے اور دوسرا امام اسی راوی کو مجروح قرار دے۔ اسی طرح ارسال مختلف فیہ ہے۔ (ایک کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے دوسرے کے نزدیک ضعیف، ناقابلِ احتجاج)

(۲) ائمہ سلف ثقات وغیر ثقات دونوں قسم کے رواۃ سے حدیثیں روایت کرتے اور جب ان سے رواۃ کے متعلق دریافت کیا جاتا تو ان کے حالات بیان کر دیتے۔ امام مالک بن انس اہلِ حجاز کے مسلم الثبوت امام ہیں انھوں نے عبدالکریم ابو امیہ بصری اور اس کے علاوہ ان لوگوں سے روایتیں کیں جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ مالک کے بعد اہلِ حجاز کی امامت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے حصہ میں آئی انھوں نے بھی ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی اور ابوداؤد سلیمان بن عمرو النخعی اور دیگر مجروحین سے حدیثیں بیان کیں۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ نے جابر بن یزید جعفی اور ابوالعطوف جراح بن منہال جزری وغیرہ مجروحین سے روایتیں کیں پھر قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم اور محمد بن حسن شیبانی دونوں نے حسن بن عمارۃ

اور عبداللہ بن محرر وغیرہ مجروحین سے روایتیں بیان کیں۔ اسی طرح ائمہ مسلمین قرناً بعد قرنٍ اور عصراً بعد عصرٍ ہمارے زمانے تک روایتیں کرتے چلے آئے کہ ائمہ فریقین میں سے کسی امام کی حدیث بھی مطعون فیہ محدثین کی روایات سے خالی نہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ

وللائمۃ فی ذلک غرض ظاھر وھو ان یعرفوا الحدیث من این مخرجہ و المنفرد بہ عدل او مجروح — ائمہ کا مقصد اس بارے میں ظاہر ہے یعنی وہ اسلئے ایسا کرتے ہیں کہ یہ معلوم کریں کہ یہ حدیث کہاں سے نکلی اور جو شخص اسکی روایت میں منفرد ہے وہ مستند ہے یا مجروح۔

حافظ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ

لولم نکتب الحدیث من ثلاثین وجھا ماعقلنا۔ — اگر ہم حدیث کو تیس طریقہ سے نہ لکھیں تو ہم اس کو جان نہ سکیں۔

ابوبکر اثرم کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے یحییٰ بن معین کو صنعاء میں دیکھا کہ ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھے صحیفہ معمر کی نقل میں مشغول ہیں یہ صحیفہ بروایت ابان حضرت انس سے مروی تھا اس اثنا میں جب کوئی شخص ادھر آنکلتا تو یہ اسے چھپا دیتے۔ امام احمدؒ نے ان سے کہا کہ اس امر کے جاننے کے باوجود کہ یہ صحیفہ معمر عن ابان عن انس سراسر جعلی ہے پھر بھی آپ اس کی نقل میں مصروف ہیں اگر کسی نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ ابان پر کلام بھی کرتے ہیں اور اس کی حدیثیں بھی اسی طرح پر نقل کرتے ہیں تو آپ کے پاس اسکا کیا جواب ہوگا؟ بولے کہ اے ابوعبداللہ! اللہ آپ پر رحم کرے میں اس صحیفہ کو عبدالرزاق سے بروایت معمر اسلئے لکھ رہا ہوں کہ میں اس کو اول سے آخر تک حفظ کرونگا اور یہ بھی مجھے علم ہے کہ یہ صحیفہ موضوعہ ہے تاکہ بعد میں کوئی شخص آکر ابان کو بدل کر ثابت کا نام نہ لے دے اور روایت کرنے لگے کہ عن معمر عن ثابت عن انس اس وقت میں اس سے کہونگا تو جھوٹ کہتا ہے اس روایت کا سلسلۂ سند معمر عن ابان عن انس ہے نہ کہ معمر عن ثابت عن انس۔

انہی امام ابن معین کا یہ بھی منقولہ ہے کہ

كتبنا عن الكذابين وسجرنا به التنور ـــ ہم نے جھوٹوں سے روایتیں لکھیں اور اس سے تنور

اخرجنا به خبزا نضيجا۔ ـــ کو گرم کیا اور پکی پکائی روٹی نکالی۔"

یہانتک حاکم کی عبارت کا ترجمہ تھا۔ بلاشبہ ضعفاء سے روایت کرنے کی بڑی وجہ صرف حدیث کا علم حاصل کرنا ہے تاکہ صحیح وضعیف میں امتیاز قائم رہے اور اس کی شناخت میں چوک نہ ہونے پائے۔ حافظ ابنِ معین کی تصریحات حاکم کے کلام میں آپ کی نظر سے گزر چکیں۔ ان کے استاد ہیں امام ابو یوسف۔ حافظ الدین محمد بن محمد البزازی الکردری ان کے متعلق رقمطراز ہیں۔

قيل للامام ابي يوسف لم حفظت الاحاديث الموضوعة قال لاعرفها۔ [1] ـــ امام ابو یوسف سے کہا گیا کہ آپ نے احادیث موضوعہ کو کیوں حفظ کیا فرمایا محض ان کے علم کیلئے۔

(باقی آئندہ)

ترجمۂ قرآن کیلئے ایک مفید اور معتبر کتاب

تیسیر القرآن

صوبۂ بہار کے مشہور عالم مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی نے اس کتاب کو براہِ راست فہمِ قرآن کیلئے بڑے سلیقہ اور جانفشانی سے مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب کی مدد سے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی صلاحیت زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سال میں پیدا ہوسکتی ہے بشرطیکہ مؤلف کے بتائے ہوئے طریقہ پر توجہ سے عمل کیا جائے کتاب عربی مدارس کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق ہے صفحات ۸۰ بڑی تقطیع قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ برہان قرول باغ دہلی

[1] مناقب الامام الاعظم للکردری طبع دائرۃ المعارف ص ۴۵/۲